سے ملاقات ہوئی تو ان سے کہا کہ —— آپ میرا استعفا قبول کریں۔ یہ اقتدار کے تماشے مجھ سے نہیں ہوتے پرہیزگار آدمی تھے۔ دنیاوی لذتوں سے بے نیاز تھے۔ اس لئے جاہ و جلال سے دور بھاگتے تھے۔ انہیں وہ دن اچھی طرح یاد تھے جب آں حضرت کے ساتھ شعب بن ہاشم میں درختوں کے پتّے کھا کر زندگی گزارنی پڑی تھی۔ حال یہ ہو گیا تھا کہ ان کی آنتوں میں چھالے پڑ گئے تھے۔ ایک بار بصرہ کی جامع مسجد میں امیر صوبہ کی حیثیت سے خطبہ دیا۔ تو یہ بات بتائی اور کہا کہ —— ایک بار جب جسم پر کپڑے تار تار ہو گئے تھے تو ایک چادر مجھے ملی۔ اس کے دو حصّے کر کے ایک کی میں نے تہبند بنائی اور ایک سعد کو دے دی —— سعد بن ابی وقاص کو کہتے تھے —— اب وہ دن آئے ہیں کہ ہم میں سے ہر ایک کسی نہ کسی شہر کا امیر ہے۔

حضرت عمرؓ نے ان کا استعفا منظور نہ کیا۔ اور مجبور کیا کہ واپس بصرہ جائیں۔ امیر المومنین کیوں نہ مجبور کرتے۔ ایسے عاملینِ حکومت کو تو وہ ڈھونڈتے رہتے تھے۔ مسند امام احمد میں ہے۔ حضرت عتبہ کہتے تھے۔ دوستو! میں خدا سے پناہ مانگتا ہوں کہ حقیر ہونے کے باوجود اپنے کو بڑا سمجھوں۔ نبوت ختم ہو چکی ہے۔ انجام یہ ہو گا کہ اقتدار کے مراکز قائم ہوں گے اور تم بہت جلد ہمارے بعد امیروں کو آزماؤ گے۔

حضرت عُتبہ نے اپنی خدمت چھوڑ دینے کی جو درخواست امیر المومنین سے کی تھی۔ جب اسے انہوں نے قبول نہ کیا تو اُسد الغابہ میں ہے کہ سفر آغاز کرتے ہی راستے میں دونوں ہاتھ اٹھا کر دعا مانگی کہ یا الٰہا! مجھے تو بصرہ نہ پہنچا۔ دن پر دن منزلیں گزرتی گئیں۔ دل کی گہرائیوں سے نکلی ہوئی دعا کا کوئی اثر دیکھنے میں نہ آیا۔ ابن سعد اور ابن اثیر کی روایتیں جوڑ کر دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کچھ دنوں بعد پیٹ میں درد اُٹھا معدان بنی سلیم تک پہنچے تھے کہ حالت بگڑی ایسی کہ اونٹ پر سے گر پڑے۔ وہ تکلیف اور یہ صدمہ ۵۷ برس کی عمر تھی۔ گرے تو پھر نہ اٹھے۔ خدا نے ان کی سن لی اور بصرہ ہمیشہ کے لئے ان سے چھوٹ گیا: